بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہات

ملکی داخلی ابتری

الحمد للہ رب العالمین ثم الصلوٰہ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو وجود پذیر ہوئے تقریباً نصف صدی ہونے کو ہے۔ لیکن ابھی تک اس کی ہیئت حاکمہ ہی فیصل طلب ہے۔ آئے روز سیاسی بحران اور مستقل معاشی بحران اور معاشرتی ابتری اور انتظامی بد نظمی کہیں یہ سب کچھ کسی ایسی داخلی بے تدبیری کا نتیجہ تو نہیں جس کی طرف کبھی ہمارا دھیان ہی نہ گیا ہو۔ عصائے سلیمانی کی طرح کوئی ایسی دیمک تو نہیں جو اندر ہی اندر سے چاٹ رہی ہو۔ جہاں تک مغربی لادین جمہوریت کا تعلق ہے وہ کسی ایسے معاشرہ میں کبھی بھی کامیاب نہیں رہی جس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہو۔ کیونکہ وحی الٰہی کی بنیاد پر جو ہیئت حاکمہ قائم ہوتی ہے اس میں حکم کی تعمیل کا دارومدار انسانی اذہان میں موجود تقدیس پر ہوتا ہے۔ نہ کہ جبر حکومت پر۔ کوئی بھی حکومت جب یہ تقدیس کھو بیٹھتی ہے تو کسی بھی صورت میں عامۃ المسلمین میں مقبول نہیں رہتی۔ حکومت کو یہ تقدیس اللہ کے احکام جاری کرنے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرنے اور تمام معاملات میں خواہ وہ تقلیدی ہوں یا اجتہادی رضائے الٰہی طلب کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ رسول یا خلیفہ المسلمین مطلق العنان حاکم نہیں بلکہ اپنے احکامات کے اجراء میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی روشنی میں احوال وظروف کی مناسبت سے اپنے احکام جاری کرتے ہیں گویا اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اللہ رب العزت کیلئے ثابت ہے۔

سروری زیبا فقط اسی ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی سب بتانِ آذری

جبکہ مغربی لادین جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ کو وجود پذیر کرنے کی قوت عام انسانوں کے ساتھ مختص ہے۔ جس کو وہ منتخب کر کے اسمبلی میں بھیج دیں وہ اسمبلی میں جس قسم کا

قانون بنانا چاہیں بنا دیں۔ وہ قانون وحی سے ٹکراتا ہو یا موافق ہو مذہب کے خلاف ہو یا سماجیات کے لحاظ سے سود مند ہو یا نہ ہو ان پر کوئی ایسی پابندی نہیں ہے۔ کوئی حد متعین نہیں ہے کہ وہ کہاں تک قانون سازی میں آزاد ہیں۔ بلکہ حقیقت یوں ہے کہ اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کی صریح خلاف ورزی یہ کہہ کر کی جاتی ہے کہ پارلیمنٹ کو مطلق قانون سازی کا حق ہے۔ ہاں اگر یہ بات اس طرح محدود کر دی جائے کہ پارلیمنٹ کو احوال وظروف کے پیش نظر وحی وسنت کے فراہم کردہ سانچے کے اندر رہتے ہوئے قانون سازی کا حق ہے تو یہ مناسب ہوگا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں پر اسلامی نظام ہیئت حاکمہ اور لادین جمہوری نظام ہیئت حاکمہ میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ ہم نے وطن عزیز میں ایک ایسی پیوند کاری کی کوشش کی ہے جس میں پیوند اور اصل ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور جس کا نتیجہ کبھی بھی بار آوردگی نہیں۔ ہماری مثال ایک ایسے باغبان کی سی ہے جو اس بے نتیجہ شوق میں اپنے اصل باغ کے درختوں کی شاخیں کاٹ کر ان کا حلیہ بھی بگاڑ رہا ہے اور پیوند کے خوشوں کا بھی ستیاناس کر رہا ہے۔

مغرب کی مادی ترقی سے مرعوب ہو کر ہم نے ایک اصطلاح وضع کی ہے۔ اسلامی جمہوریت۔ اور اس میں ہم نے کوشش کی کہ کسی طرح جمہوریت کو اسلام کا مترادف ثابت کر سکیں۔ اس کیلئے ہم نے بہت سے فلسفے بھی ایجاد کئے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کسی اسلامی ملک میں جمہوریت کبھی بھی کماحقہ اپنے لوازمات کے ساتھ آج تک نہیں چل سکی۔

مرعوبیت کی یہ کیفیت مسلمانوں میں اس حد تک غالب آگئی ہے کہ کئی ایک مسلمان ممالک نے اپنے ملک کے نام کے ساتھ جمہوریت کا لفظ ضرور لگالیا ہے اگرچہ وہاں جمہوریت ایک دن کیلئے بھی جاری نہیں رہ سکی۔

وطن عزیز پاکستان میں بھی کچھ صورت حال ایسی ہی ہے پاکستان کے مسلمان دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اسلام کے حیات پرور نظام کی آرزو پالتے رہے ہیں۔ لیکن ان کو جو نظام حیات دیا گیا ہے وہ بنیادی طور پر سیکولر (لادینی) جمہوری نظام ہے جس کو اسلامی جمہوری کہہ کر ان کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دراصل یہی باطن و ظاہر کا تضاد ہماری تمام بے چینیوں اور معاشرتی معاشی اور سیاسی خرابیوں کا سبب ہے۔

اس جمہوری ہیئت حاکمہ کا جو حشر ۱۹۹۳ء کی دوسری سہ ماہی سے ہو رہا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ اکھاڑ پچھاڑ کی ایک ایسی لہر چلی ہوئی ہے کہ عام آدمی فتنہ اور خوف عمومی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس بے خدا نظام ہیت حاکمہ میں اختیارات کی من چاہی تقسیم نے جو گل کھلائے ہیں اور جس طرح عامۃ المسلمین کو اقتصادی، معاشی، معاشرتی زخم لگائے ہیں اور ملک میں جو بد انتظامی کا طوفان برپا ہوا ہے وہ سارے کا سارا اسی سبب سے ہے کہ ہم باطن سے کچھ اور ہیں اور ظاہراً اپنے اوپر کچھ اور مسلط کئے ہوئے ہیں۔

تعجب کی اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی جب وہ جماعتیں جو اپنے آپ کو دینی اور اسلامی جماعتیں کہلانے کی دعویدار ہیں اس لادینی جمہوری نظام میں حصہ لیتی ہیں۔ ان کے نمائندہ گان پارلیمنٹ میں بیٹھ کر ختم نبوت کے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہیں مطلق حق قانون سازی بعد از ختم نبوت آزانہ طور پر استعمال کرتے ہیں اور پھر بھی وہ دینی جماعت کے ہی نمائندہ رہتے ہیں۔

این چہ بوالعجبی ست

اور آج صورت حال یہ ہے کہ اسلام کے نظام حیات کے احیاء کیلئے جانیں قربان کرنے والے شہداء کی روحیں سرزمین پاک کی جانب بڑی حسرت سے دیکھتی ہیں اور اس کیلئے دل میں درد رکھنے والے افراد قائدین سے مایوس ہو کر گوشہ گیر ہوتے جا رہے ہیں۔

کوئی ہے جو قائد اعظم محمد علی جناح کی طرح اس بکھری ملت کو ایک نعرہ مستانہ سے متحد کر کے حصول پاکستان کے مقاصد کی منزل تک پہنچا دے؟

حافظ غلام حسین

مدیر مسئول